متضاد کی ناگزیریت

نجیب محفوظ کے افسانے قسمتی و نصیبی کے تناظر میں

ڈاکٹر محمد جاوید
ایڈیٹر اورینٹل کالج، لاہور

INEVITABILITY OF THE OPPOSITE

A STUDYOF NAGUIB MAHFOUZ' SHORT STORY

Muhammad Javed, PhD
Editor University Oriental College, Lahore

Abstract

Naguib Mahfouz is the most prominent name of contemporary Arabic literature. He is the only Nobel Laureate of the Arabic speaking world. He was a prolific writer and contributed to Arabic a rich treatise of fiction. He received worldwide popularity for his unique Trilogy. Though his main claim to fame is novel writing yet he also wrote short stories and number of his short story collections got published. This article deals with one of his master piece stories namely Qismati and Naseebi. He has successfully presented psychological conflicts, undercurrent contradictions and finally inevitability of the opposite through the story which show his keen observation and handling of the human psychology in a befitting way.

Keywords:

قاہرہ، عربی، افسانہ، ثلاثیہ، نجیب محفوظ، ٹالسٹائی، یوسف سباعی، خورشید رضوی

نجیب محفوظ کا شمار بیسویں صدی کے زود نویس اور منجھے ہوئے عرب ادیب کے طور پر ہوتا ہے۔نجیب کو عربی ناول نگاری کی تاریخ میں منفرد مقام حاصل ہے۔اس کا تعلق عربی ناول نگاروں کی دوسری نسل سے ہے، جس کا آغاز بیسویں صدی کی چوتھی دہائی سے ہوتا ہے۔اس نسل کے نمایندہ ادیبوں میں نجیب کے علاوہ اسحار، عادل کامل، یحییٰ حقی، عبدالعلیم عبداللہ اور یوسف سباعی شامل ہیں۔نجیب نے فکشن بالخصوص ناول کی ترقی وترویج میں نمایاں کردار ادا کیا اور بجا طور پر اپنے معاصرین کا سرخیل قرار پایا۔(۱) اسے ۱۹۸۸ء میں ادب کا نوبل ایوارڈ ملا۔(۲) اس نے پینتیس کے قریب ناول لکھے۔اس کی کہانیوں اور ڈراموں کے مجموعوں کی تعداد ۱۴ ہے۔علاوہ بریں اخباری کالموں کے تین مجموعے بھی شائع ہوئے۔

نجیب قاہرہ کے ایک پسماندہ ضلع جمالیہ میں پیدا ہوا جس کے باسیوں کی اکثریت کا تعلق زیریں طبقے سے تھا۔بارہ سال بعد اس کا خاندان مصر کے ایک قدرے ترقی یافتہ ضلع عباسیہ کے مضافات میں منتقل ہو گیا۔نجیب فلسفے کا باقاعدہ طالب علم رہا۔اس کی فلسفے میں اس قدر دلچسپی تھی کہ وہ اس میں ڈاکٹریٹ کرنا چاہتا تھا مگر جلد ہی وہ تحقیق کی بہ جائے تخلیق کی طرف مائل ہو گیا:

> ''نجیب محفوظ (پیدائش ۱۱دسمبر ۱۹۱۱ء) قاہرہ کے ایک قدیم محلے میں پیدا ہوا اور جامعہ فوادالاول (بعد میں قاہرہ یونیورسٹی) سے فلسفے کے مضمون کے ساتھ گریجوایشن کی۔اس کے بعد اس نے پوسٹ گریجویٹ تحقیق کے لیے بھی کام شروع کیا۔لیکن پھر اسے چھوڑ کر وہ ادب کی طرف آ گیا۔'' (۳)

قاہرہ یونیورسٹی میں فلسفے کی تعلیم کے بعد نجیب نے بہ طور سول سرونٹ اپنے کیریئر کا آغاز کیا اور کئی برسوں تک اسی حیثیت میں کام کرتا رہا۔ساتھ ہی ساتھ اس نے اپنی صحافیانہ سرگرمیاں بھی جاری رکھیں اور بہت سے مصری اخباروں میں چھپتا رہا۔

نجیب کی پرداخت قدیم وجدید عربی ادب میں ہوئی۔وہ مغربی ادیبوں مثلاً ٹالسٹائی، دوستوویسکی، موپساں، چیخوف اور فرانسیسی فلسفی ہیمری برگساں سے ناصرف متعارف تھا بل کہ ان سے

متاثر بھی تھا۔ نقاد عام طور پر اس کے کام کو چار حصوں میں تقسیم کرتے ہیں یعنی: تاریخی، حقیقی، تجدیدی اور روایتی۔ نجیب نے جب آنکھ کھولی تو اس وقت مصر سیاسی عدم استحکام سے دوچار تھا۔ بدامنی اور خون خرابے سے وہاں کی فضا مکدر ہو چکی تھی۔ بچے فطری طور نہایت حساس ہوتے ہیں۔ گردوپیش کے اچھے یا برے مناظر انھیں بہ طور خاص متاثر کرتے ہیں اور ان کی شخصیت سازی میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ چناں چہ نجیب بھی خوف و ہراس اور انتشار و نفاق سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ اوائل عمری میں ہی زندگی کی تلخ حقیقتوں سے آشنا ہو گیا۔ آگے چل کر اس کے بچپن کے مشاہدات اور بعد ازاں زندگی کے تجربات نے اس کی تحریروں میں نمود کی:

> ''نجیب کے لڑکپن کا مصر ایک سیاسی ہلچل سے دوچار تھا جس کا اس کے حساس ذہن نے بہت اثر قبول کیا۔ ۱۹۱۹ء کی وفدی تحریک نے اس پر گہرے اثرات مرتسم کیے اور اس دور میں وہ ''کشت وخون'' کے مفہوم سے ایک حقیقی تجربے کے طور پر آشنا ہوا کیوں کہ اس نے جابہ جا لاشوں کے انبار اور خاک وخون کے مناظر دیکھے۔ چناں چہ آگے چل کر اس کے ہاں عام آدمی کی زندگی کو سیاست سے مربوط کر کے دیکھنے کا رجحان نمایاں طور پر ابھرا۔'' (۴)

محفوظ کا ادبی کیریئر افسانہ نویسی سے شروع ہوا۔ پہلے پہل وہ مصر کے ادبی رسایل میں چھپتا رہا۔ اٹھائیس کہانیوں پر مشتمل اس کا پہلا افسانوی مجموعہ بہ عنوان **همس الجنون** ۱۹۳۸ میں شایع ہوا۔ وسیع پیمانے پر ادبی کام یابی کے باوجود محفوظ نے بہ طور سول سرونٹ اپنی سروس جاری رکھی اور مختلف سرکاری شعبوں میں خدمات انجام دے کر ۱۹۷۱ء میں ریٹائرڈ ہوا۔

نجیب کو مصری تہذیب وثقافت سے بہت لگاؤ تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ خالص مصری تہذیب کو کم از کم چالیس ناولوں میں قلم بند کرے۔ اگر چہ وہ اس موضوع پر اتنے ناول تو تخلیق نہیں کر پایا پھر بھی جو کچھ اس نے اپنے بیشتر ناولوں میں پیش کیا ہے اس سے اس کی اپنی تہذیب سے عقیدت صاف جھانکتی نظر آتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مصری تہذیب وثقافت کی پیش کش میں اس نے وہی کام کیا جو انگریزی تہذیب وثقافت کے ضمن میں والٹر سکاٹ نے کیا تھا۔ (۵)

ابتدائی ادبی کیریئر یعنی تاریخی پریڈ کے بعد اس نے تین ناول لکھے: لعبة الاقدار (۱۹۳۹ء) رادوبیس (۱۹۴۳ء) اور کفاح طیبہ (۱۹۴۴ء)۔ ۱۹۵۰ء کی دہائی میں اس کی دل چسپی جدید مصری معاشرے اور سماجی تبدیلیوں کے عام لوگوں پر اثرات کی طرف منتقل ہو گی۔ اس زمانے میں اس کا بنیادی کام ثلاثیات کے نام سے مشہور ہوا۔ ثلاثیات تین ناولوں کی ایک سیریز ہے جس میں ناول بین القصرین (۱۹۵٦ء)، قصر الشوق (۱۹۵۱ء) اور السکریة (۱۹۵۷ء) شامل ہیں۔ یہ تینوں ناول نجیب کی جوانی کی یاد دلاتے ہیں۔ ان ناولوں میں وہ ایک خاندان کے تین نسلوں پر محیط نشیب و فراز کے اثرات دکھاتا ہے، یعنی پہلی جنگ عظیم سے ۱۹۵۰ء تک۔ نقادوں کے ہاں نجیب کا یہ کام اس کے حقیقت پسند عہد کا نقطۂ عروج ہے۔(٦)

۱۹۷۰ء میں صدر ناصر کی وفات کے بعد محفوظ نے ناول الکرنک (۱۹۷۴ء) لکھا جس میں اس نے پولیس کے رویے کو نشانہ بنایا اور عوام پر اس کے منحوس اثرات کو زیر بحث لایا۔ نجیب کے اس دور کے دوسرے ناول یہ ہیں: اولاد حارتنا (۱۹٦۷ء) اللص والکلاب (۱۹٦۱ء) میرا مار (۱۹٦۷ء) اور رحلة ابن فطومة (۱۹۸۳ء)۔ نجیب کے ہاں تخلیقی تصور کا اظہار واضح ترین صورت میں ملحمة الحرافیش (۱۹۷۷ء) اور لیالی الولیلة (۱۹۸۲ء) میں ہوا ہے۔

نجیب محفوظ کی شہرت اگرچہ بہ طور ناول نگار ہے مگر اس نے بہ قول خورشید رضوی زمانہ طالب علمی میں ہی اپنی ادبی زندگی کا آغاز مضمون نویسی کے علاوہ افسانہ نویسی سے کیا۔ اس کا سب سے پہلے شائع ہونے والا افسانہ ثمن الضعف ہے جو ۱۹۳۴ء میں شائع ہوا۔ ۱۹٦۷ء کی عرب اسرائیل جنگ کے بعد نجیب کا افسانوی سفر جاری رہا اور یکے بعد دیگرے اس کے افسانوں کے پانچ مجموعے سامنے آئے۔ اس جنگ نے عرب انانیت کو بہت گہرا زخم لگایا تھا۔ اسرائیل کے ہاتھوں بدترین شکست نے عربوں کو نفسیاتی طور پر توڑ کر رکھ دیا تھا۔ لامحالہ اس جنگ کا اثر ادیبوں اور شاعروں پر بھی ہوا۔ چناں چہ جنگ سے پہلے اور جنگ کے بعد کے عربی ادب میں واضح فرق محسوس کیا جاسکتا ہے۔ یہ فرق تکنیک اور موضوع ہر دو اعتبار سے ہے۔ نجیب کے ہاں اس واضح فرق کے ضمن میں

خورشید رضوی کہتے ہیں:

''جنگ سے پہلے اور بعد کے افسانوں میں اس کے ہاں تکنیک اور موضوع دونوں کے اعتبار سے نمایاں فرق نظر آتا ہے۔اب سیاسی رنگ ہی غالب رنگ ہے جو اس حد تک مقامی ہے کہ غیر مصری قاری کے لیے ان افسانوں سے لطف اندوز ہونا بہت دشوار ہے بل کہ ابہام اور علامت نگاری اتنی بڑھ گئی ہے کہ خود مصری بھی کہانی کے مجموعی تاثر کو کسی حد تک سمجھ لینے کے باوجود تفصیلات کے مفہوم کو پانے میں دقت محسوس کرتے ہیں۔''(۷)

باوجود مقبول ترین ادیب ہونے کے، نجیب کے خیالات عام ڈگر سے ہٹ کر ہیں۔ ۱۹۹۴ء میں اس پر قاتلانہ حملہ بھی ہوا جس میں یہ بال بال بچا۔اس حملے نے اس کی صحت پر بہت برا اثر ڈالا۔نوبل پرائز کی بہ دولت وہ پہلا عرب ادیب ہے جسے مغرب میں بھی بے پناہ شہرت ملی اور اس کی تقریباً تمام کتابیں دنیا کی بڑی زبانوں میں ترجمہ ہوئیں۔نوبل انعام سے پہلے ہی نجیب عربوں بالخصوص مصریوں کا محبوب ادیب بن چکا تھا۔اسے مصر کے سب سے بڑے اعزاز سے بھی نوازا جا چکا تھا:

''نوبل انعام سے قبل مصری قوم اسے متعدد انعامات واعزازات سے نواز چکی ہے جن میں جائزة الدولة التقديرية اور وسام الجمهورية من الطبقة الاولى زیادہ نمایاں ہیں۔نوبل انعام پانے کے بعد مصری حکومت نے اسے مصر کا سب سے بڑا اعزاز قلادة النيل عطا کیا ہے۔''(۸)

نجیب کو شہرت کی بلندیوں پر لے جانے والا شاہ کار اس کی ثلاثیہ (Trilogy) ہے یہ تین ناولوں کی ایک سیریز پر مشتمل ہے۔نجیب نے ثلاثیہ میں نہایت باریک بینی سے قاہرہ کی ایسی جامع تصویر کشی کی ہے کہ اس نے جدید دور میں عربی کلاسیک کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔عالمی ادبیات میں اس طرح کی مثالیں ڈکنز اور زولا کے ہاں ملتی ہیں۔

بقول خورشید رضوی:

''۔۔۔ بین القصرین (۱۹۵۶ء)، قصر الشوق (۱۹۵۷ء) اور السکریۃ (۱۹۵۷ء) میں شائع ہوئے جو مجموعی طور پر الثلاثیۃ (تین ناولوں کا سیٹ) کے نام سے معروف ہوئے۔ الثلاثیہ میں قاہرہ کی تصویر کشی کو ڈکنز کے ہاں لندن اور زولا کے ہاں پیرس کی تصویر کشی سے مشابہ بتایا گیا ہے۔ نیز یہ کہا گیا ہے کہ ثلاثیہ کو عربی ادب کی تاریخ ہی میں نہیں بل کہ بیسویں صدی میں مصر کی معاشرتی تاریخ کے مطالعے میں بھی ایک سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے۔''(۹)

O

قسمتی و نصیبی نجیب محفوظ کے مجموعہ **روایت فیما یری النائم** مطبوعہ ۱۹۸۲ء میں شامل ہے۔ یہ کہانی نجیب کے تخیل کا شاہ کار ہے۔ اس میں نجیب نے نفسیاتی کش مکش، تضاد اور غلبے کی ایسی فضا دکھائی ہے جس کا مشاہدہ ہم روزمرہ زندگی میں کسی نہ کسی انداز میں کرتے رہتے ہیں۔

قسمتی اور نصیبی کہانی کے مرکزی کردار ہیں اور یہی کہانی کا عنوان بھی۔ یہ جڑواں بچے ہیں جن کے دھڑ کا اوپری حصہ الگ الگ مگر نیچے کا دھڑ جڑا ہوا۔ ان کی پیدائش ایک ایسے جوڑے کے ہاں ہوتی ہے جو شادی کے کافی عرصہ بعد تک اولاد کی نعمت سے محروم رہا۔ میاں کا نام محسن خلیل اور بیوی کا نام عنایہ ہے۔ یہ ہر اعتبار سے ایک خوش حال جوڑا ہے مگر ان کا صحن بچوں کی کلکاریوں سے محروم ہے۔ عنایہ کو جس کسی نے بھی کوئی ٹونا ٹوٹکا بتایا اس نے آزمایا۔ مزاروں پر بھی منت مانگنے گئی۔ بالآخر میاں بیوی طبی معاینہ بھی کرواتے ہیں۔ جوڑے میں طبی خرابی دریافت ہوتی ہے جس سے انھیں بہت مایوسی ہوتی ہے۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ جب محسن پینتالیس اور عنایہ چالیس کی ہوئی تو عنایہ امید سے ہوگئی۔ دونوں نے اللہ تعالی کا شکر کیا۔ ہنسی خوشی انتظار کے نو ماہ اختتام پذیر ہوئے اور ولادت کے لیے

قریبی ہسپتال میں داخل ہوئے۔ بچے کی پیدائش بہ خیر و عافیت انجام پائی۔ مگر جب دائی کی نظر بچے پر پڑی تو وہ اس عجیب الخلقت بچے کو دیکھ کر ٹھٹھک گئی۔ دوڑی دوڑی کلینک سے باہر آئی تا کہ بچے کے باپ کو اس کے بارے میں آگاہ کر سکے۔ باپ کی نظر بیٹے پر پڑی تو وہ اسے دیکھ کر پریشان ہوا۔

ماں باپ ایک طویل عرصے تک بے اولاد رہے ہوں، اولاد کے حصول کے لیے دعا، دوا سب کیا ہو، اللہ آمین کے بچے کی پیدائش پر ماں باپ کی خوشی دیدنی ہونی چاہیے تھی۔ مگر یہاں حالات اس کے برعکس تھے۔ عمر کی چوتھی اور پانچویں دہائی میں جب بچہ پیدا ہوا تو اس کی پیدائش بہ جائے خوشیوں کے پریشانی کا باعث بنتی ہے۔

ماں نے جب اپنے لال کی صورت دیکھی، اس کی کیفیت بھی اپنے خاوند سے کچھ مختلف نہیں تھی۔

''جب اس صورت حال کا عنایہ کو پتا چلا تو اسے بڑا دھچکا لگا۔ وہ گھنٹوں روتی رہی حتیٰ کہ اس کی خوب صورت آنکھیں ارغوانی ہو گئیں۔ اس کے احساسات بھی اپنے خاوند کے سے تھے۔'' (۱۰)

دونوں کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اس مصیبت کا سامنا کیسے کریں۔ بہ ہر حال ماں باپ زیادہ دیر تک اپنے فطری جذبات کو دبا نہ سکے۔ ماں نے اچک کر بچے کو دودھ پلانا شروع کیا اور غیر ارادی طور پر دائیں طرف سے دودھ پینے والے کو قسمتی اور بائیں طرف سے پینے والے کو نصیبی کہنا شروع ہو گئی۔ آگے چل کر یہی ان کے نام پڑ گئے۔ البتہ رجسٹر پیدائش میں ان کا اندراج بہ طور ایک فرد ہوا۔ بچے کا نام محملین رکھا گیا۔

محمدین کی پرورش میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی گئی۔ دونوں کے نقوش اور رنگ مختلف تھے۔ قسمتی زیادہ ہوشیار تھا جب کہ نصیبی سست رو۔ جب وہ اپنی دو ٹانگوں کے ساتھ چلنا شروع ہوئے تو ماں سے سوال کرنے لگے کہ سب کی دو ٹانگیں اور ایک سر ہے، ان کے دو سر اور دو ٹانگیں کیوں ہیں؟ اس سوال کا ان کی ماں کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ البتہ ان کا باپ انھیں اس کا سبب منشائے الٰہی بتاتا جس پر وہ چڑ جاتے۔

ایک تجربے کے نتیجے میں والدین سمجھ چکے تھے کہ محمدین کو باہر بھیجنا خود کو مذاق کا نشانہ بنانے کے مترادف ہے۔ چناں چہ ان کی ماں نے اپنی ایک ہمسائی کی منت سماجت کی اور اسے اس بات پر راضی کرلیا کہ وہ اپنے بچے اس کے ہاں کھیلنے کی غرض سے بھیج دیا کرے۔ ہمسائی اپنے بیٹے اور بیٹی کو اس کے ہاں بھیج دیتی ہے۔ نئے دوستوں کو پا کر محمدین بہت خوش ہوئے۔ وہ ان کے ساتھ خوش گپیاں کرتے اور کھیلتے کودتے۔ دونوں کی خواہش تھی کہ لڑکی صرف اس کی جانب رہے۔

جب وہ لکھنے پڑھنے کی عمر کو پہنچے تو باپ نے ان کے لیے گھر ہی میں اساتذہ کا بندوبست کردیا۔ پڑھنے لکھنے میں قسمتی کی دل چسپی نصیبی سے زیادہ تھی۔ قسمتی نماز روزے کی پابندی چاہتا تھا جب کہ نصیبی ذرا آزاد خیال تھا۔ جب قسمتی نے روزہ رکھا تو نصیبی نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ ان دونوں کا پیٹ ایک ہے روزہ توڑنے کی کوشش کی۔ قسمتی کے واویلا کرنے پر ماں نے یہ کہہ کر صلح صفائی کرائی کہ ابھی یہ بچے ہیں لہٰذا ان پر روزے فرض نہیں ہیں۔ کبھی اس بات پر تو کبھی اُس بات پر ان دونوں میں لڑائی جاری رہتی۔ ان کی حرکتوں سے ماں باپ کو بہت کوفت اٹھانا پڑتی اور بار بار سمجھانے پر بھی وہ باز نہ آتے۔

ان دونوں میں دشمنی کا جذبہ اس وقت نمایاں ہوا جب وہ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھنے لگے۔ ایک دوسرے کی برداشت کرنے کو تیار نہیں تھا۔ ہر کوئی دوسرے کو اپنے مسایل کا سبب گردانتا۔

دونوں عہدِ شباب میں قدم رکھ چکے تھے۔ جنسی جذبات نے انگڑائی لی اور انھیں شادی کی ضرورت محسوس ہوئی۔ مگر مسئلہ یہ تھا کہ دوسرا دو ایک دھڑ کے حامل سے شادی کون کرتا۔ اس حقیقت کو قسمتی سمجھتا تھا اس لیے اس نے شادی کا مطالبہ نہ کیا لیکن نصیبی سے رہا نہ گیا۔ اس نے اپنی شادی کی خواہش کا اظہار کردیا۔ ماں کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا البتہ اس کے میاں نے ان کے لیے ایک عمر رسیدہ ضرورت مند خاتون کا بندوبست ضرور کردیا۔ ظاہر ہے ایسے جذبات کے لیے اس طرح کی عورت کیسے مناسب ہوسکتی تھی۔ وہ خاتون سے خوش نہیں تھے بالخصوص نصیبی اس کے لیے اپنے نفرت بھرے جذبات کو بالکل بھی نہیں چھپاتا تھا۔ (۱۱)

کچھ ہی عرصے بعد نصیبی نے مختلف عوارض کے لاحق ہونے کی شکایت شروع کر دی۔ جنسی قوت کی ناپیدگی، بدہضمی اور اسی نوع کی دیگر بیماریاں اسے لاحق ہو گئیں۔ بہت دوا دارو کیا مگر اس کی صحت روز بروز گرتی گئی۔ حتیٰ کہ ایک روز اس نے اپنی ماں کی گود میں آخری دم لیا۔ نصیبی کی موت سے والدین کو ایک نئی پریشانی نے گھیر لیا۔ وہ اب اس کے مردہ جسم کا کیا کریں جس کے ساتھ ایک زندہ کا وجود بھی ہے؟ انھوں نے ایک ڈاکٹر سے مشورہ کیا۔ ڈاکٹر کے مطابق اس مسئلے کا حل صرف ایک ہی تھا یعنی نصیبی کے جسم کو حنوط کرنا۔ (۱۲)

یہاں آ کر افسانے کا ایک نیا رخ سامنے آتا ہے۔

اب تک قسمتی اور نصیبی ایک دوسرے کو اپنی راہ کا روڑا سمجھتے رہے تھے۔ اب جب ان میں سے ایک کی موت واقع ہو چکی تھی یعنی دوسرے کی راہ کا روڑا اٹھ چکا تھا تو زندہ بچ رہنے والے کو لازمی خوش ہونا چاہیے تھا مگر ایسا ہوا نہیں۔ زندہ یعنی قسمتی کی زندگی بہت بدل گئی۔ اس کی مسکراہٹ ختم ہو گئی اور اس کے احساسات مدھم پڑ گئے۔ اس کے لیے اب زندگی میں کوئی لطف باقی نہیں رہا تھا۔ (۱۳)

ایک روز ماں اس کی یہ حالت دیکھ کر اسے نصیحت کرتی ہے کہ وہ کسی کام میں دلچسپی لے تاکہ اس کی توجہ بٹے۔ قسمتی ماں کی نصیحت کا جواب دیتے ہوئے کہتا ہے کہ وہ ایک ہی کام کر سکتا ہے جو وہ کر رہا ہے یعنی اپنی موت کا انتظار۔ (۱۴)

اس افسانے میں نفسیاتی کش مکش کی پیش کش بہت عمدہ پیرائے میں کی گئی ہے۔ ہر دوسرا جملہ، پیرا ایک حقیقت کی طرف اشارہ کرتا نظر آتا ہے۔ نجیب کے افسانوں میں اس کے خوب صورت اسلوب کے علاوہ جو چیز قاری کی توجہ بہ طور خاص اپنی طرف مبذول کرواتی ہے وہ مکالموں کا برمحل استعمال ہے:

> ''نجیب محفوظ کے بعد از جنگ افسانوں کا ایک اور قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ ان میں ڈرامائی مکالمے کا عنصر بہت بڑھ گیا ہے بل کہ بہت سی کہانیاں تمام تر مکالمے ہی پر مشتمل ہیں۔'' (۱۵)

چوں کہ قسمتی و نصیبی نجیب کے بعد از جنگ شایع ہونے والے مجموعے میں شامل ہے، اس لیے ہمیں اس افسانے کی بنت میں مکالموں کا بھرپور استعمال دیکھنے کو ملتا ہے۔

O

اس دنیا کا ہر وجود اپنے متضاد کے بغیر ادھورا ہے۔ایسا کیوں نہ ہو کہ ایک عربی کہاوت کے مطابق اشیا کی پہچان ہی ان کے اضداد سے ہے۔یعنی کسی چیز کی کامل تعریف کے لیے اس کے متضاد کا وجود بھی ضروری ہے۔دن رات، زمین آسمان، اندھیرا اجالا، زندگی موت اور خیر و شر وغیرہ میں سے کسی ایک کا دوسرے کے بغیر کیا مفہوم ہے؟دل چسپ بات ہے کہ ہر وجود اپنے متضاد پر غلبے و تسلط کی فطری خواہش سے متصف بھی ہے۔کبھی ایک غالب دوسرا مغلوب تو کبھی دوسرا غالب اور پہلا مغلوب۔اسی کشاکش سے دونوں اپنے ہونے کا احساس دلاتے ہیں۔غلبے کی خواہش و کوشش اپنی جگہ مگر ان میں توازن ہی ان کے بقا کا ضامن ہے جب کہ عدم توازن سے دونوں کا وجود خطرے میں پڑ جاتا ہے۔

قسمتی اور نصیبی دو مختلف کردار ہیں۔دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ایک صلح جو دوسرا جھگڑالو، ایک علم کا رسیا دوسرا علم سے بے زار، ایک نماز روزے کا پابند دوسرا ان سے نفور، ایک مصلحت پسند دوسرا بے مروت، ایک اطاعت گزار دوسرا باغی، ایک قسمت پر شاکر دوسرا شاکی، ایک ایثار کیش دوسرا خود غرض۔الغرض ہر پہلو سے نصیبی، قسمتی کا متضاد ہے۔نصیبی کی خواہشیں، چاہتیں، قسمتی کی خواہشوں، چاہتوں اور آدرشوں سے بالکل بھی لگا نہیں کھاتے۔دونوں ایک دوسرے کے وجود کو برداشت نہیں کرتے۔دونوں ایک دوسرے کو اپنے لیے رکاوٹ سمجھتے ہوئے ایک دوسرے سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہیں۔یعنی دونوں کش مکش کا شکار ہیں۔مگر جب ان میں سے ایک کی موت واقع ہو جاتی ہے یعنی اس کا متضاد باقی نہیں رہتا تو اسے خود بھی جینے میں مزہ نہیں آتا اور بالآخر مر جاتا ہے۔یعنی متضاد کا وجود ہر دو کے لیے ناگزیر ہے۔نجیب نے اس افسانے کے ذریعے کمال مہارت سے نفسیاتی کش مکش دکھا کر ایک عالم گیر سچائی یعنی متضاد کی ناگزیریت کو ثابت کرنے کی کام یاب کوشش کی ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) موسی فاطمة، ۱۹۹۷، الأعمال الكاملة فى الرواية العربية، ج ۱، الهيئة المصرية العامة للكتاب، صص ۳۹-۴۰

(۲) R.H.&Daniel L. Newman, 2008, Modern Arabic Short Stories, SAQI,London, p104

(۳) محمد کاظم، ۲۰۰۴ء، عربی ادب کی تاریخ، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور۔ ص ۴۵۸

(۴) ڈاکٹر خورشید رضوی، ۱۹۹۵، تالیف، شرتاج مطبوعات، لاہور، ص ۱۳۸

(۵) طہ وادی، ۱۹۹۷، مدخل الی تاریخ الروایة المصریة، دار النشر للجامعات، القاهرة ص ص ۱۰۱-۱۰۰

(۶) R.H.&Daniel L. Newman, p105

(۷) ڈاکٹر خورشید رضوی، ص ۱۳۸

(۸) ایضاً، ص ۱۳۹

(۹) ایضاً، ص ۱۴۵

(۱۰) اصل عبارت دیکھیے: ولما انتبهت ست عنباية لما حولها صعقت، وبكت طويلا حتى احمرت عيناها الجميلتان. وشاركت زوجها عواطفه. [قسمتي و نصيبي مشموله رأيت فيما يرى النائم، نجيب محفوظ، ۱۹۸۲، مكتبة مصر]

(۱۱) وجاءت امرأة تعيسة الحال والمنظر، نشطوا الى تغذيتها و تنظيفها لترضى بما يراد بهاء، وأعقب ذلک سكون ظاهری علی الأقل، أما فی الواقع فان نصيبی كان يسیٔ معاملة المرأة نهارًا كتعويض عن اندفاعه الليلی. [نجيب محفوظ]

(۱۲) واستدعی طبیب علی عجل ففحص الحال و قال: انها مشکلة تتضمن مشکلات، ولکن لا حل الا تحنیطه اذ لا یمکن فصله.[نجیب محفوظ]

(۱۳)...اکتشف أنه شخص جدید آخر. ولد الشخص الجدید فجأة و بالتدرج .شخص فتر هماسه. و جفت ینابیعه، و تلاشت همته، و خمد ذوقه. شخص جفا الحیاة والعبادة والمسرات الیومیة البرئیة.[نجیب محفوظ]

(۱۴) انی أفعل ما فی وسعی، انی أنتظر الموت.[نجیب محفوظ]

(۱۵) ڈاکٹر خورشید رضوی،ص ۱۴۴

✿✿✿